یہاں تک کہ اُن کا خاتمہ ہوگیا، دشمن کی تلوار دیر تک ہمیں کاٹتی رہی، ہم بھاگ گئے، ہم تین بار پسپا ہوتے، اور بنو حنیفہ صرف ایک بار، جب کہ ہم نے ان کو ایسا دبایا کہ وہ باغ یعنی باغ موت میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے۔ رافع بن خُدَیجؓ: ہم ایک ایسے دشمن سے مقابل ہوتے جو ہتیاروں کے سامنے منہ نہ موڑتا تھا، سب ملا کر مسلمان چار ہزار تھے اور اتنی یا اس کے لگ بھگ بنو حنیفہ کی تعداد بھی تھی، مقابلہ ہوا تو بڑے زور شور سے ہمارے اور ان کے درمیان تلواریں چلنے لگیں، لوگوں کے سر اور ہاتھ اڑنے لگے اور دونوں فریقوں کو ایسے گہرے زخم لگے جیسے زندگی بھر میں نے نہ دیکھے تھے، میں عَبّاد بن بِشر کو دیکھتا جو اس زور سے وار کرتے کہ اُن کی تلوار ہنسیے کی طرح مُڑ جاتی، اس کو گھٹنے پر رکھ کر وہ سیدھا کرتے، اسی اثناء میں کوئی حنفی ان کے سامنے آتا، اور جب وہ تلوار کے کئی وار ایک دوسرے پر کر لیتے تو عَبّادؓ اس کے کندھے پر تلوار کا ایک بھرپور ہاتھ مارتے جس سے اس کا پھیپھڑا کھل جاتا، عَبّاد آگے بڑھ جاتے، میں اس مجروح حنفی کے پاس سے گذرتا، وہ آخری سانسیں لیتا ہوتا، میں اس کو ٹھکانے لگا دیتا، پھر میں عَبّادؓ کو دیکھتا کہ چاروں طرف سے تلواریں ان پر پڑ رہی ہیں، ان کا پیٹ پھاڑ دیا جاتا ہے اور وہ گر پڑتے ہیں، پھر ہم ان کے قاتلوں کو قتل کر دیتے، میں ان کے سپاہیوں کو عَبّادؓ کے گرد مرا پڑا دیکھ کر کہتا: خدا تمہیں جہنم رسید کرے

ضَمُرہ بن سعید مازِنی: جیسی بنو حنیفہ نے مسلمانوں کو زک دی ایسی کسی دشمن نے نہیں دی وہ موت سے کر ان کے سامنے آئے اور ایسی تلواریں جن کو تیر اور نیزوں سے پہلے انھوں نے سونت لیا تھا، مسلمانوں نے پامردی سے ان کا مقابلہ کیا لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس دن آزمودہ کار صحابہ نے عزت بچالی، عَبّاد بن بِشر للکارتے اور تلوار کے جوہر دکھاتے، حالاں کہ زخموں سے ان کا جسم چور ہوتا، وہ خارشی چیتے کی طرح مچلتے پھرتے اور کسی حنفی سے جو بپھرے اونٹ کی طرح آپے سے باہر ہوتا، مقابل ہوتے تو وہ کہتا: آجا خزرجی، تو سمجھتا ہوگا کہ ہم ویسے ہی ہیں جیسا وہ لوگ جن سے پہلے تیرا سابقہ پڑا ہے، یہ سن کر عَبّاد اس کی طرف بڑھتے

لیکن قبل اس کے کہ وہ حملہ کریں حنفی تلوار کا وار کر دیتا جس سے خود اس کی تلوار ٹوٹ جاتی اور عبّادؓ کا بال بیکا نہ ہوتا، عبّاد وار کر کے اس کے پیر کاٹ ڈالتے اور آگے بڑھ جاتے، وہ بمشکل گھٹنوں کے بل اُٹھتا اور پکارتا: شریف زادے، میرا خاتمہ کرتے جاؤ، عبّاد لوٹ پڑتے اور اس کا سر اُتار دیتے، پھر کوئی دوسرا حنفی پہلے کی جگہ لے لیتا اور دونوں گھوم پھر کر ایک دوسرے پر حملے کرتے اور عبّادؓ جن کا جسم زخموں سے چور ہوتا تلوار کا ایسا وار کرتے کہ اس کا پھیپھڑا نکل جاتا اور کہتے: لے میرا یہ وار، میں ہوں ابن وقش!" پھر وہ بنو حنیفہ کو کاٹتے اور ان کے ٹکڑے کرتے آگے بڑھ جاتے۔ یہ مشہور تھا کہ اس دن عبّادؓ نے دشمن کے بیس سے زیادہ سپاہی مارے اور بہت سوں کو زخمی کیا۔ ایک عمر رسیدہ حنفی نے مجھے بتایا کہ میرے قبیلہ کے لوگوں کو عبّادؓ یاد ہیں، وہ جب کسی زخم کو دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں یہ مجرّ قوم عبّاد بن بشر کا لگایا ہوا ہے"۔

رافع بن خدیج: "ہم مدینہ سے چلے تو ہماری تعداد چار ہزار تھی اور ہمارے انصاری ساتھی پانچ سو اور چار سو کے درمیان، ان کے لیڈر ثابت بن قیس تھے، اور ہمارا جھنڈا ابولبابہ کے پاس تھا، ہم یمامہ پہنچے تو ہمارے مقابلہ میں وہ قوم تھی جس کے بارے میں خدا نے کہا ہے: تم ایک ایسی قوم سے لڑنے بلائے جاؤ گے جو بڑی بہادر ہے" ہم نے اپنی صفیں مرتب کرلیں اور جس جس کو جھنڈے دینا تھا دے دئے، جلد ہی بنو حنیفہ نے ہم پر حملہ کر دیا، اور ہم کو کئی بار میدان کارزار سے بھگا دیا اور گو ہم اپنی صفوں کو لوٹ آتے، ان کا نظم جاتا رہا ہے، اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ہماری فوج میں کئی قسم کے لوگ تھے، ان میں ایک بڑی تعداد بدّوؤں اور نکڑدوں کی تھی، ان کے پیر جلد اکھڑ جاتے، اور پکے مخلص مسلمان کم رہ جاتے (؟) بعد میں خدا کے کرم سے ہم دشمن پر فاتح ہوئے، اور یہ اس طرح کہ ثابت بن قیس نے پکار کر: خالد، ہمیں چیدہ سپاہی دو جن کے دل میں سچا اسلامی جوش ہو: خالدؓ: اپنے ساتھیوں کو بلاؤ اور ایسے سپاہی ان سے انتخاب کرلو: ثابت نے جھنڈا لیا اور پکار کر کہا:

انصار مدد، انصار مدد!" ایک ایک کرکے انصار ان کے پاس آگئے، خالدؓ نے اب مہاجرین کو پکارا، وہ بھی آکر ان کے گرد جمع ہوگئے، اسی طرح عدی بن حاتم اور مکنف بن زید خیل نے بنوطیؓ کے سپاہیوں کو جو بہادری سے لڑے تھے، پاس بلالیا، بدوؤں کو چھوڑ کر الگ جا کھڑے ہوئے تھے، وہ ہمارے پیچھے بقدر پرواز ایک تیر یا اس سے دو چند فاصلہ پر کھڑے ہو گئے، ان ہی کی طرف سے بنو حنیفہ ہم پر حملے کرتے تھے، ہم آگے بڑھے اور دشمن کی فوج پر حملہ کیا، ہم اور وہ جس صبر اور استقلال سے تلواروں کے نیچے ڈٹے رہے اس کی مثال کبھی دیکھنے میں نہ آئی، اس موقع پر مجھے قیس بن حُطیم کے یہ شعر یاد آئے:-

إذا ما فررنا كان أسوأ فرارنا صدود الخدود وازورار المناكب

جب ہم (میدان جنگ سے) بھاگتے تو ہمارا بدترین فرار یہ ہوتا کہ کلے ادھر سے اُدھر پھیر لیتے یا کندھے اچکا یا دبا لیتے

صدود الخدود والقنا متشاجر ولا تبرح الأقدام عند التضارب

کلے ادھر سے ادھر پھیرتے لیکن پیر جگہ سے نہ ہٹتے جب نیزے کھٹا کھٹ چلتے

پرانے آزمودہ کار اور مخلص مسلمانوں نے دشمن کو دھکیلا اور ان کے بالکل پاس آ کھڑے ہوئے، دشمن کی صفوں سے گذرنا ممکن نہ تھا الا یہ کہ ان کا کوئی سپاہی مارا جائے یا زخمی ہو کر گر پڑے، اور جب ایسا ہوتا تو کوئی دوسرا مرنے والے کی جگہ آگھیرتا، ہم نے بنو حنیفہ کی خوب خبر لی، ان کی صفوں میں بدنظمی واقع ہونے لگی، اور تلوار کی بے پناہ ضرب سے وہ چیخ اُٹھے، پھر ہم باغ میں گھس پڑے، وہاں تلوار سے خوب جنگ ہوئی، ہم نے باغ کا دروازہ بند کر لیا اور وہاں پہرہ بٹھا دیا تاکہ کوئی حنفی اس کو کھول کر بھاگ نہ جائے، یہ دیکھ کر بنو حنیفہ سمجھ گئے کہ اب موت سے مفر نہیں، لہٰذا وہ پہلے سے زیادہ بے جگری سے لڑے، تلواریں کھٹا کھٹ چلنے لگیں، تیر، پتھر اور نیزے سے بالکل کام نہیں لیا گیا آخرکار ہم نے دشمنِ خدا مسیلمہ کو قتل کر دیا، رافع بن خُدیجؓ سے کسی نے پوچھا: "ابو عبد تمہارے مقتول زیادہ تھے یا ان کے، تو انھوں نے جواب دیا: ان کے مقتول زیادہ۔

میرا خیال ہے ان کے مرنے والوں کی تعداد ہم سے دگنی تھی، جنگ میں ستر انصاری شہید ہوئے اور دو سو زخمی۔" ابوخیثمہ بخاری: یمامہ کی جنگ میں جب مسلمان بھاگے تو میں بھی ایک طرف چلا گیا، میں ابودُجانہ کو دیکھا کہ وہ دشمن کے سامنے ڈٹے ہوئے تلواریں لگا رہے ہیں لیکن منہ نہیں موڑتے، بالآخر مارے گئے رحمہ اللہ۔ وہ جنگ میں اکڑ کر چلا کرتے، غرور سے نہیں بلکہ ان کی فطرت تھی، ایسا نہ کرنا ان کے امکان سے باہر تھا، بنو حنیفہ کی ایک ٹولی نے ان کو آگھیرا، وہ دائیں بائیں آگے پیچھے برابر تلوار چلاتے رہے انھوں نے ایک حنفی پر ایسا کاری وار کیا کہ وہ مردہ ہو کر گر پڑا، اس کی زبان سے ایک حرف تک نہ نکلا، بنو حنیفہ ابودُجانہ کو چھوڑ کر بھاگ گئے، مسلمان پہلے ہی فرار ہو چکے تھے۔ ان کے اور ابودُجانہ کے درمیان میدان بالکل صاف تھا، مجھے نہ تو کوئی مہاجر دشمن سے مقابل نظر آتا، نہ کوئی انصاری، وہ سب معرکہ کارزار چھوڑ بھاگے تھے، پھر سب مسلمان آ جمع ہوئے اور ایک ساتھ دشمن پر یورش کر دی، اور اس کو دباتے ہوئے باغ کی طرف لے گئے جہاں اس نے پناہ لی۔ ابودُجانہ: مجھے ڈھال میں لٹکا کر قلعہ میں اتار دو، وہ مجھ سے لڑنے میں مصروف ہو جائیں گے (اور تم دروازہ توڑ اندر آجانا) انھوں نے باغ کا دروازہ بند کر لیا تھا، مسلمانوں نے ڈھال پر بٹھا کر ابودُجانہ کو باغ میں ڈالا اور وہ یہ کہتے ہوئے اترے: "تم مجھ سے بھاگ کر کہاں جاؤ گے"۔ وہ دشمن سے لڑے اور دروازہ کھول دیا، ہم اندر داخل ہوئے تو وہ مارے جا چکے تھے، رحمہ اللہ۔ ایک روایت یہ ہے کہ باغ میں بَراء بن مالک کو اتارا گیا تھا، لیکن پہلی روایت زیادہ مستند ہے۔ اُس دن ثابت بن قیس بآواز بلند کہتے: "انصاری بھائیو! خدا اور اس کے دین سے ڈرو، بنو حنیفہ نے ہمیں ایسا سبق پڑھایا جس سے ہم بخوبی واقف نہ تھے" پھر باقی فوج سے مخاطب ہو کر: تف ہے تم پر اور تمھارے عمل پر! اس کے بعد: ہمیں ان سے نمٹ لینے دو، ہمیں مخلص سپاہی درکار ہیں، انصار نے سچے دل سے لڑنے کا عہد کیا پھر ان کے راستہ میں کوئی رکاوٹ حائل نہ ہوئی، وہ محکم بن طُفیل کے پاس پہنچے اور اس کو قتل کر دیا، پھر دشمن کو دباتے ہوئے باغ پہنچے

اور اس میں گھس پڑے، وہاں سخت جنگ ہوئی، مسلمان اور حنفی ایسے گتھے کہ جنگی نعروں کے سوا دشمن اور دوست میں کوئی امتیاز کی صورت نہ تھی، مسلمانوں کا نعرہ تھا "أمِت أمِت (خدایا ان کو مار، خدایا ان کو مار) ثابت بن قیس نے مسلمانوں کو پاس بلانے کے لئے للکار کر کہا: یا اصحاب سورۃ البقرۃ " اس پر قبیلۂ طیٔ کا ایک شخص بولا: بخدا میرے پاس تو بقرہ کی کوئی آیت ہے نہیں، ثابت کا مطلب تھا: یا أھل القرآن (اے قرآن خوانو) واقدی عمر بن سعد بن معاذ: جب مسلمان بنو حنیفہ سے لڑنے گئے تو بری طرح بھاگے، ایسے کہ بعض لوگوں کا خیال تھا کہ اس جنگ میں وہ پھر یک جا نہ ہوں گے، اسلامی فوج الگ الگ ٹولیوں میں پراگندہ ہوگئی، ان پر جمود طاری تھا، یہ دیکھ کر بنو حنیفہ کے حوصلے بڑھ گئے اور انھوں نے مسلمانوں کی خوب خبر لی، عباد بن بشر ایک ٹیلے پر چڑھ گئے اور چیخ کر کہا "میں ہوں عباد بن بشر، انصاریو ادھر، انصاریو ادھر! سارے انصاری ان کی طرف دوڑ پڑے، اور جب ان کے پاس پہنچے تو انھوں نے کہا: "میرے ماں باپ تم پر قربان، اپنی نیامیں توڑ ڈالو" یہ کہہ کر انھوں نے اپنی نیام توڑ دی اور اس کو پھینک دیا، انصار نے بھی ایسا ہی کیا" عباد بولے: میں سچے دل سے ان پر حملہ کرنا چاہتا ہوں، تم لوگ میرے ساتھ رہنا" وہ انصار کے آگے آگے بڑھ گئے اور اس زور کا حملہ کیا کہ دشمن منہ موڑ گیا، وہ اور ان کے ساتھی برابر دشمن کو دباتے اور پیش قدمی کرتے رہے یہاں تک وہ باغ میں گھس گئے اور اس کا دروازہ بند کر لیا، عباد بن بشر قلعہ کی دیوار پر چڑھ گئے اور تیر اندازوں سے کہا کہ نیچے مارتے اس کا اندر یہ ہوا کہ دشمن کی سب فوج ایک ایسی جگہ جمع ہوگئی جو تیروں کی زد میں تھا، آخر کار خدا کی عنایت سے قلعہ فتح ہوا، مسلمان اندر گھس گئے اور دیر تک بنو حنیفہ پر تلوار کا مینہ برساتے رہے، جب ان کے ہاتھ شل ہوگئے تو عباد بن بشر نے باغ کا دروازہ بند کر دیا تاکہ کوئی بھی بھاگ نہ نکلے، عباد کہتے: مالک میں بنو حنیفہ کے مذہب سے اظہار بیزاری کرتا ہوں" واقدی عمر: مجھ سے ایک شاہد عینی نے بیان کیا کہ عباد بن

نے اپنی زرہ باغ کے دروازہ پر پھینک دی، ننگی تلوار لے کر اندر گئے اور لڑتے ہوئے مارے گئے۔ ابوسعید خدریؓ: عبادؔ نے مجھ سے کہا کہ جب ہم بُزاخہ کی مہم سے فارغ ہوئے تو میں نے خواب میں دیکھا کہ آسمان کھلا اور مجھے بند کر لیا، اس کی تعبیر خدا نے چاہا تو شہادت ہے: میں نے کہا: اس کی تعبیر اچھی ہی ہوگی۔" جنگ یمامہ کے موقع پر میں دیکھتا کہ وہ چیخ چیخ کر انصار کو آواز دے رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں مخلص مسلمان لاؤ، مخلص مسلمان لاؤ، انصار چار سو مجاہد لائے جن کے دلوں میں سچی لگن تھی، ان میں کوئی بھرتی کا آدمی نہ تھا، ان کے سربراہ بَراء بن مالک، ابودُجانہ اور عبّاد بن بِشر تھے، یہ لوگ دشمن کو دباتے باغ کے دروازہ تک چلے گئے، عباد کے چہرہ پر اتنے زخم تھے کہ ان کا شناخت کرنا مشکل تھا، ان کے جسم پر ایک خاص علامت تھی جس کی مدد سے میں ان کو پہچاننے میں کامیاب ہوسکا۔"

جب اُسامہ بن زیدؓ (شام کی مہم) سے لوٹ کر آئے تو ابوبکر صدیق نے اُن کی کمان میں چار سو سوار دے کر خالد بن ولیدؓ کی مدد کے لئے بھیج دیا تھا، وہ خالدؓ کے یمامہ میں داخل ہونے سے تین دن پہلے اُن سے جا ملے، خالدؓ نے بَراء بن مالکؓ کی جگہ اُسامہؓ کو سوار فوج کا لیڈر مقرر کیا، اور بَراءؓ سے کہا کہ پاپیادہ لڑیں، وہ گھوڑے سے اتر پڑے اور پاپیادہ ہوگئے، حالانکہ ان میں پیدل لڑنے کی قوت نہ تھی، جنگ یمامہ میں جب مسلمان پسپا ہوئے اور اُسامہؓ مع اپنے سواروں کے بھاگ پڑے، تو مسلمانوں نے للکار کر: خالدؓ، براء بن مالکؓ کو سواروں کی کمان دو۔" خالدؓ نے اُسامہؓ کو ہٹا دیا اور سواروں کو براءؓ کے پاس بھیجا اور کہا: سواروں کی قیادت کیجئے۔" براءؓ: کہاں ہیں سوار، تم نے مجھے معزول کیا اور ان کو میرے پاس سے ہٹا دیا، خالدؓ: "یہ ملامت کا موقع نہیں، سواروں کو اپنی کمان میں لو، تم دیکھتے نہیں صورت حال کتنی سنگین ہے، براءؓ گھوڑے پر سوار ہوئے، مسلمان سوار شکست کھا کر چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں پراگندہ تھے، براء اپنی تلوار گھماتے اور اپنے ساتھیوں کو آواز دیتے: انصار مدد، انصار مدد! سوار و مدد، سوار و مدد! میں ہوں براء بن مالک، یہ آواز سن کر ہر طرف سے سوار اور ان کے پاس آگئے۔ ابوسعید خدری: اب براءؓ نے کہا: میرے ماں باپ تم پر قربان، سچے دل سے دشمن پر ایسا حملہ کر دو جس میں

ذکرِ مُصحفی

جناب نثار احمد صاحب فاروقی یونیورسٹی لائبریری۔ دہلی

(۹)

محمد یار خاں امیر کے دربار میں شاعروں کا اچھا خاصا جمگھٹ ہوگیا تھا، قائم چاندپوری، حکیم کبیر سنبھلی، فدوی لاہوری، میر محمد نعیم نعیم، پروانہ علی شاہ پروانہ، میاں عشرت ہڑال، مراد علی حیات وغیرہ۔ مصحفی کو قائم چاندپوری نے ملازم کرایا تھا۔ چناں چہ مصحفی نے قائم کے حال میں لکھا ہے

"دراں ایام باعث قصیدہ خواندن و نوکر شدن مولف در سرکار نواب موصوف ایں بزرگ شدہ بود" [۱]

مصحفی کا یہ زمانہ بڑے آرام اور فارغ البالی سے گذرا خود انھوں نے بہت حسرت بھرے لہجے میں ان صحبتوں کو یاد کیا ہے۔ تھی تو تین مہینے کی یہ مختصر سی مدت، مگر تمام عمر مصحفی کو ان کا مزہ یاد رہا، قائم چاندپوری سے ان کے تعلقات بہت مربوط ہوگئے تھے۔ دن رات رفاقت نصیب تھی، کھانا بھی ایک ہی دسترخوان پر کھاتے تھے۔ حد یہ ہے کہ نواب کی غزلیں اصلاح کے لئے قائم کے پاس آتی تھیں تو کبھی کبھی مصحفی کے حوالے کر دیتے تھے کہ ان کی نوک پلک درست کردیں۔

"بافقیر در عرصۂ قلیل بسبب سلیم مزاجی ونسبت تام شاعری رابطۂ شدید بہم رسانیدہ کاغذ ہائے مسودۂ اشعار نواب راکہ برائے اصلاح پیش او می آمد از کم دماغی بدست شورۂ فقیر می داد۔ چناں چہ سہ ماہ بہ ہمیں طور یک جا گزرانیدہ ام و شام و چاشت بیک سفرہ کردہ۔ واللہ کہ یادِ آں صحبت گذشتہ داغ ناکامی

[۱] ہندی / ۱۲۹

بردل دردمند می گذارد "[1]

ظاہر ہے کہ یہاں مصحفی کا مشاہرہ بہت معمولی ہوگا لیکن وہ خوش اور مطمئن تھے۔ اس کے بظاہر دو سبب ہیں ایک تو یہ کہ مصحفی اس زمانہ میں آزاد تھے، ممکن ہے کہ وہ امروہہ سے شادی کرکے نکلے ہوں لیکن اہل وعیال کا اتنا بکھیڑا نہیں ہوگا جو فکرِ سخن سے بھی عاجز کردیتا۔ پھر یہ بھی ہے کہ یہاں انھوں نے تجربات کی وادی میں نیا نیا قدم رکھا تھا۔ امنگوں کی عمر تھی جب انسان کی نگاہیں ہر چیز میں شباب کی گرمی اور حسن کی لطافتیں تلاش کرلیتی ہیں اور حیرت زار فطرت کا ذرہ ذرہ ہم کلامی کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ نواب خود صاحب ذوق اور سخن فہم وسخن سنج امیر تھے۔ انھوں نے مصحفی کی اہلیت اور استعداد کے مطابق ان کی قدر ہوگی قدرت اللہ شوق نے اپنی ملاقات کے تاثرات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"......یکبار ایں فقیر بخدمت آں امیر رفتہ ملاقی شدہ۔ تا دیرے کہ نشستم شفقت وعنایات بسیار برحال ایں خاکسار نمودہ واکثر اشعار خود از غزلیات وقصائد ومثنویات خواندہ بسیار محظوظ گردانیدہ "[2]

کسی تذکرے سے یا مصحفی کی کسی تحریر سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ مصحفی کی تنخواہ کتنی مقرر ہوئی تھی مصحفی کے دیوان قصائد میں کوئی قصیدہ بھی امیر کی مدح میں نہیں ملتا جب کہ لکھنؤ کے دوسرے امرا کی شان میں قصائد موجود ہیں

---

[1] ہندی ۱۶۹/ اس عبارت سے یہ بات بداہتہً معلوم ہوجاتی ہے کہ مصحفی جو اس زمانہ میں (۱۱۸۵ھ) زیادہ سے زیادہ ۲۰ سال کے تھے۔ فن شعر میں اتنے منجھ چکے تھے کہ قائم چاندپوری جیسا استاد یگانہ ان پر اعتماد کرکے نواب کی غزلیں اصلاح کے لئے حوالے کردیتا تھا جو یقیناً بڑا نازک منصب ہے۔ قائم چاندپوری کے دیوان اردو (نسخۂ رامپور) میں کوئی قصیدہ محمد یار خاں امیر کی مدح میں نہیں ہے لیکن بعض متفرق اشعار ایسے ملتے ہیں جن میں امیر کا ذکر آیا ہے۔ مثلاً:

تجھ کو قائم رکھے اللہ بہت سارے امیر ۔۔۔ مجتمع سائے میں تیرے ہیں سخن داں استے

قائم سمجھ کے پڑھیو تو نواب کے حضور ۔۔۔ پیارے معاملت ہے سخن آشنا کے ساتھ

بعض مثنویاں بھی سوانحی اہمیت کی ہیں مثلاً ایک مثنوی "درمذمت گل ولائی" ہے جس میں ٹانڈے کی برسات اور کیچڑ کا سماں باندھا ہے لیکن بعض اشعار ہجویہ بھی ملتے ہیں اس کا امکان نہیں کہ وہ محمد یار خاں کی ہجو میں ہوں کیونکہ ان سے صرف تین مہینہ کا سابقہ رہا ہے، محمد یار خاں کے بعد وہ احمد یار خاں خلف فیض اللہ خاں سے متعلق رہے تھے وہاں مشاہرہ بھی کم تھا یہ ہجو ان کی ہی ہوسکتی ہے۔

[2] شوق: طبقات الشعراء (قلمی) ورق ۱۰۰۔ ب۔